"فردوس بریں" جادوئی حقیقت نگاری کے تناظر میں

محمد رمضان، پی ایچ-ڈی سکالر، نمل یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر عنبرین تبسم شاکر جان، ایسوسی ایٹ پروفیسر، نمل یونیورسٹی، اسلام آباد

ABSTRACT:

Abdul Halim Sharar [1860=1926] is recognized as a seminal figure in the genesis of historical novel writing in Urdu language. "Firdous Bareen,"[Exalted Paradise] first published in 1899 is fictional story woven against backdrop of the Assassins. In this novel he adroitly integrated elements of the supernatural into the narrative fabric. This article is an attempt to analyze the novel through Magical Realism. Results of the study suggests that this supernatural infusion, while intriguing, occasionally overshadows the core thematic import of the novel. In "Firdous Bareen" Shrar adept orchestration of narrative elements, effectively transmuting events within his novels into a realm of enchanting verisimilitude. This artistry is notably characterized by its nuanced and judicious perspective.

Key Words: Magical Realism, Urdu Literature and Magical Realism; Assassins in Literature; Supernatural in Literature; Pluralism; Hybridity; Authorial Reticence; Marvelous Reality

عبد الحلیم شرر تاریخی ناول نگار کی حیثیت سے شہرت کے حامل ہیں۔اس حوالے سے اگر انھیں تاریخی ناول نویسی کا بانی قرار دیا جائے تو بے جانہ ہو گا۔ان کی فن کاری کا یہ کمال ہے کہ انھوں نے ناول کے واقعات کو جادوئی حقیقت نگاری کے تناظر میں مہارت اور خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے۔"فردوس بریں" ناول کے پس منظر میں مافوق الفطرت عناصر کی ایسی چاشنی پیدا کی ہے۔جس سے ان کے ناول کی اہمیت دو چند ہو گئی۔اگر ان کے دوسرے ناولوں کا جادوئی حقیقت نگاری کے تناظر میں جائزہ لیا جائے تو سب سے کامیاب ناول "فردوس بریں" ٹھہرتا ہے۔اس بارے میں آغاز سے لے کر آج تک تمام ناقدین نے اس کی بے حد تعریف کی ہے۔جن میں عباس حسینی، احسن فاروقی اور سہیل بخاری نے تفصیلی تبصرہ بھی کیا ہے۔سید وقار عظیم ناول "فردوس بریں" کے طلسم و اسرار بارے میں لکھتے ہیں۔

"ناول میں واقعات تیزی سے بڑھتے اور طلسم و اسرار کے رنگ کو اور زیادہ گہرا کر دیتے ہیں۔ حسین کو ہوش آتا ہے تو وہ اپنے آپ کو تنہا پاتا ہے اور جستجو کے بعد بھی زمرد کہیں نہیں ملتی تو حسرت و اندوہ کے عالم میں پکار اٹھتا ہے "پیاری زمرد تو کہاں گئی؟اور یہ سوال صرف حسین ک سوال نہیں ،ناول کے قاری کا بھی سوال بن جاتا ہے اور اس سوال کا جواب اس طرح ملتا ہے کہ موسیٰ کی قبر کے کتبے پر لکھا ہوا ہے "موسیٰ اور زمرد "موت کی یہ خبر حسین کو دیوانہ بنا دیتی ہے اور قاری اس دیوانگی میں شریک ہو کر حسرت و غم اور اس سے بھی زیادہ حیرت و استعجاب سے اپنے دل سے پوچھتا ہے "کیا سچ مچ زمرد مر گئی ہے؟"۔(1)

محولہ بالا بیان فنی لحاظ سے جادوئی حقیقت نگاری کے اسلوب پر پورا اترتا ہے۔اس حوالے سے ناول "فردوس بریں "ماورائی واقعات کے اعتبار سے سند کا درجہ رکھتا ہے۔اس میں پائے جانے والے ماورائی عناصر پر مشتمل کردار اور مافوق الفطرت منظر نگاری نے اس کو زندہ جاوید بنا دیا ہے۔بلاشبہ اس ناول میں شرر کی ناول نگاری اپنے عروج پر دکھائی دیتی ہے۔تاہم اس ناول میں طلسماتی عناصر پر مبنی واقعات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔پہلا باب: "پریوں کا غول "ناول "فردوس بریں "کا قصہ فرقہ باطنیہ کے گرد گھومتا ہے۔اس فرقے کا بانی حسن بن صباح تھا۔جو پانچویں صدی ہجری میں عالم اسلام کے لیے خطرناک صورت اختیار کر چکا تھا۔فرقہ باطنیہ کے کارندوں نے نامور علماء اور مقتداؤں کو شہید کرنے والوں کے لیے مصنوعی جنت بنائی ہوئی تھی۔جہاں حسین و جمیل دوشیزاؤں کے علاوہ خوبصورت لڑکے ہر وقت جنت میں لوگوں کا دل بہلانے اور خدمت گزاری پر مامور رہتے تھے۔حسن بن صباح اس مصنوعی جنت کے ذریعے سفاکی اور فریب کاری سے سادہ لوح نوجوانوں کو لالچ دے کر ان سے غلط کام لیا کرتا تھا۔اس کام کو سر انجام دینے کے لیے ان کے پاس مکمل طور پر ایک تربیت یافتہ گروہ تھا جو ہر وقت اس کام میں مصروف عمل رہتا تھا۔ناول میں زمرد اور حسین ماورائی انداز میں پورے ناول میں ابتدا سے لے کر آخر تک چھائے رہتے ہیں۔سید وقار عظیم اس کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

"خط کے مضمون میں حسین کی آتش شوق کو بھڑکانے اور قاری کے جذبہ تجسس کو تیز کرنے کے جو بے شمار پہلو ہیں ان کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قاری اب اپنے آپ کو پوری طرح قصے کے واقعات کے حوالے کر دیتا ہے۔ طلسم و اسرار اتنے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ وہ پیہم سوالات سے گھبرا کر اسی میں اپنی مفر جانتا ہے کہ حسین ہم کا سفر ہو کر دیکھے کہ آگے کیا کیا کچھ پیش آتا ہے۔"(2)

شرر اس ناول کا آغاز ساتویں نصف صدی سے کرتے ہیں۔ سردی کا آغاز ہونے والا ہے۔ ابھی پہاڑوں پر پچھلے سال کی برف مکمل طور پر نہ پگھلی جب کہ اس پر برف کی دوسری تہہ جمنا شروع ہو گئی ہے۔ شہر آمل سے حسین اور زمرد حج کے ارادے سے نکلتے ہیں۔ ان کا راستہ بحیرہ کیپسیئن کے جنوبی ساحل کے ذریعے سے طالقان شہر ہے۔ جہاں سے وہ شہر قزوین پہنچ کر نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن قزوین جانے والی یہ سڑک نہایت پر خطر تھی۔ اس راستے سے حج کو جانے والے اکثر راہ گیر لٹ جاتے اور بے دردی سے قتل کر دیے جاتے۔ ان کی لاشوں کی بے حرمتی بھی کی جاتی تھی۔ اس سب کے باوجود حسین اور زمرد اپنے گدھوں پر سوار ہو کر عازم سفر دکھائی دیتے ہیں۔ دونوں مسافر نہر ویر نجان کے ساتھ ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ شہر قزوین جا کر رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائیں گے۔ دونوں کی جوانی شباب پر ہونے کے ساتھ ان پر جذبہ محبت بھی غالب ہے اور ایک دوسرے کے لیے جان کی بازی لگانے کے لیے بھی تیار نظر آتے ہیں۔ مقامی لوگوں میں اس علاقے کے بارے میں بہت سی جنوں اور پریوں کے متعلق کہانیاں مشہور ہیں۔ ان کے خیال میں اس راستے میں دیوؤں اور پریوں کا مسکن ہے۔ جو شخص اکیلے ان کے ہتھے چڑھ جائے اسے قتل کر دیتے ہیں۔ لیکن ان سے زیادہ ظالم اور سفاک فرقہ باطنیہ کے وہ ملحد ہیں جو ادھر ادھر پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ خوبصورت حسیناؤں کو مصنوعی جنت کی حور بنانے کے لیے اغوا کر لیتے ہیں اور ان کے مردوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس راستے پر سفر نہیں کرتے اگر کوئی غلطی سے اس طرف آجاتا ہے تو اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتے ہیں۔ حسین اور زمرد کی پہلی منزل قزوین شہر ہے۔ دونوں مسافر چال ڈھال اور وضع قطع سے معزز گھرانے کے چشم و چراغ لگتے ہیں۔ زمرد ملاحدہ کے خوف سے ڈری ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن حسین اسے تسلی دیتا ہے کہ ان کے پاس نقیب حسبتہ اللہ کا خط ہے جو مشکل وقت میں کام آسکتا ہے۔ سفر کے دوران زمرد کو اپنے بھائی موسیٰ کی یاد بھی آتی ہے۔ جو اسی راستے میں حج کی واپسی پر پریوں کے ہاتھوں

قتل ہوا تھا اور اس کی قبر اسی جنگل میں بنی تھی۔ نہر کے ساتھ چلتے ہوئے راستے میں ایک ایسا مقام آتا ہے جہاں نہر اور راستہ دونوں جدا ہو جاتے ہیں۔ زمرد اصرار کرتی ہے کہ نہر کے ساتھ چلیں کیوں کہ وہ جنگل میں اپنے بھائی کی قبر پر فاتحہ پڑھنا چاہتی ہے۔ حسین کے سمجھانے کے باوجود وہ نہیں مانتی۔ لہٰذا حسین مجبور ہو کر زمرد کے ساتھ چلنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دور جا کر جنگل مزید گھنا ہو جاتا ہے اور موسیٰ کی قبر تک پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے۔ البتہ زمرد کوہ البرز کی تنگ و تاریک گھاٹیوں میں گھس جاتی ہے۔ یہاں کا ماحول پر رعب اور خوفناک تھا۔ مہیب سناٹا اور پانی کا شور مل کر منظر کو مزید وحشت ناک بنا رہے تھے۔ اب انھیں گدھوں سے اتر کر آگے پیدل جانا پڑا۔ دونوں جنوں اور پریوں کے خوف کی وجہ سے اس بارے میں گفتگو بھی کرتے ہیں۔ عبد السلام ناول نگار کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

"عبد الحلیم شرر کے ناولوں میں جادوئی، ہیر وانہ اور حیوانی فینٹسی کے عناصر موجود ہیں۔ یہ عناصر انگریزی ناول اور اردو داستان کے توسط سے ان کے ہاں شامل ہوتے ہیں۔ اسی سبب پروفیسر عبد السلام ان عناصر کو داستانوں کے اثرات بتاتے ہیں۔ شرر کے ذہن پر داستانوں کا کافی اثر رہا ہے۔ داستان کی تکنیک ان کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے نظر آتی ہے۔ داستانوں کی کامیابی کا راز پر اسرار ماحول پیش کرنے میں پوشیدہ ہے۔ اس پر اسرار ماحول کو پیدا کرنے اور نباہنے کے لیے داستان گو جادو، عملیات اور بزرگوں کی دعاؤں سے کافی کام لیتے ہیں۔ وہ کام جو بظاہر ناممکن نظر آتے ہیں۔ جادو اور عملیات کی مدد سے قرین قیاس بن جاتے ہیں۔ قصہ میں دلچسپی پیدا کرنے کی خاطر شرر بھی اپنے ناولوں میں پر اسرار ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"(3)

زمرد آخر کار بھائی کی قبر کو ڈھونڈ لیتی ہے اور فاتحہ پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتی ہیں۔ دونوں ابھی وہاں بیٹھے ہی تھے۔ اچانک پہاڑ کی ڈھلوان پر روشنی نمودار ہوئی جو پریوں کا ایک غول پندرہ بیس مشعلیں لے کر آتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ دونوں مسافروں نے خوف زدہ ہو کر ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ دوسرا باب: "پیاری زمرد تو کہاں گئی" میں طلسماتی انداز سے کردار بدلتے رہتے اور قاری کے لیے تجسس کی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ حسین کو جب ہوش آیا تو زمرد کو غائب پایا اور قبر کی طرف دیکھا تو قبر پر تین چار پتھر زیادہ رکھے ہوئے تھے۔ ایک بڑے پتھر پر موسیٰ اور زمرد کا نام

بھی کندہ تھا۔ حسین کو زمرد کی موت کا یقین ہو گیا تو وہ قبر کا مجاور بن کر بیٹھ گیا۔ زندگی کے شب و روز یوں ہی گزر بسر کر رہا تھا۔ ایک دن اچانک جب سو کر اٹھا تو قبر پر ایک خط زمرد کے ہاتھوں سے لکھا ہوا پایا۔ عبد الشکور جادوئی حقیقت نگاری کی تعریف اس انداز میں کرتے ہیں۔

> "جادوئی حقیقت نگاری ایک ایسے قصہ یا کہانی کو کہتے ہیں۔ جو بے بنیاد حقیقت کے بر عکس، وہم پر مشتمل، دوسری دنیاؤں کے متعلق عجیب و غریب، طلسماتی، مضحکہ خیز اور اور بے مہار تخیل کی پیداوار ہے۔ اس میں نا قابل یقین واقعات کی بہتات ہوتی ہے۔ فرشتے، دیوی، دیوتا، جن، بھوت چڑیل، پریاں جانور، پرندے، مشینیں، ربوٹ، صاحب کرامت ہستیاں، جادوگر اور مافوق العام ہیر وشامل ہوتے ہیں۔"(4)

مذکورہ بالا بیان ناول میں جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک کو اجاگر کرتا ہے۔ ماورائی انداز میں زمرد کو فرشتوں اور روحوں کے ذریعے حسین کے حالات معلوم ہونا۔ ایسے کردار ہیں جو قاری کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ کیونکہ ارض سماوی میں دنیا میں جنت اور فرشتوں سے ملاقات عام شخص کے لیے ناممکن سی بات ہیں۔ پھر زمرد کا فانی جنت میں پہنچ جانا اور اس کا موازنہ حقیقی بہشت سے کرنا نا قابل یقین صورت حال کو جنم دیتی ہے۔ زمرد کے جنت سے لکھے ہوئے خط کو پڑھ کر حسین کے اندر محبت کی دبی ہوئی وہ چنگاری مزید بھڑک اٹھی۔ وہ زمرد کی قبر کو چھوڑنے کے لیے بالکل تیار نہ تھا۔ اس طرح ایک مہینے کے بعد اسے زمرد کا قبر پر دوسرا خط ملتا ہے۔ جس میں زمرد سے وصل کی تدبیر بتلائی گئی کہ وہ کس طرح ریاضت کر کے ملاقات کا شرف حاصل کر سکتا ہے۔ خط میں تحریر تھا کہ اس سلسلے میں یہ وادی چھوڑے اور پہاڑ جودی پر جا کر ایک غار میں چلہ کشی کرے جہاں جناب ابراہیم علیہ السلام نے سورج، چاند اور ستاروں کو غروب ہوتے دیکھ کر کہا یہ میرا خدا نہیں ہو سکتے اور میرا خدا اس سے پاک ہے۔ جس سے اس کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت نصیب ہوئی۔ حسین غار میں چلہ کشی کرنے کے بعد رات کے اندھیرے میں شہر خلیل کی طرف عازم سفر ہو اور شہر میں پہنچ کر حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قبور کے درمیان بھی چلہ مکمل کرنے کے بعد حلب کی طرف روانہ ہو کر حلب شہر کا محلہ رامنہ کی مسجد الثمامین جا کر شیخ شریف علی وجودی کے پاس ایک سال خدمت گزاری کرے تو وہی شخص ہی تجھ کو مجھ سے ملا سکتا ہے۔ حسین خط پڑھ کر بلا تاخیر محبت کے جوش اور ملاقات کے شوق کی وجہ سے زمرد کی قبر اور کوہ البرز کو چھوڑ کر

جودی پہاڑ کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ جہاں گدھے باندھے تھے وہ سردی اور برف باری کی وجہ سے سوکھ کر ہلاک ہو چکے تھے۔ لیکن اس جگہ ایک تازہ دم گدھا درخت کے ساتھ بندھا ہوا پایا تو حیران ہوا۔ اچانک اس سواری کو پا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس پر سوار ہو کر پہاڑ جودی تک رسائی حاصل کی۔ مرے ہوئے گدھوں کی جگہ ایک اور گدھے کا اچانک پایا جانا جادوئی حقیقت نگاری کی تشکیل کا سبب بنتا ہے۔ تاہم ماورائی واقعہ قاری کو اس وقت حیرت میں ڈال دیتا ہے جب مردہ گدھوں کی ہڈیوں کی جگہ تازہ دم مکمل کسا ہوا گدھا کھڑا ہوتا ہے۔ اس طرح کی ماورائی حقیقت انسان کو حیرت میں مبتلا کر کے رکھ دیتی ہے۔ اس طرح غار کی زیارت اور چلہ کشی کرنے کے لیے لوگ دور دراز سے آتے اور اپنی عقیدت کا اظہار کرتے۔ اس حوالے سے اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

> "کوہ جودی بہت بلند پہاڑ ہے اور ایران وایشیائے کوچک بلکہ کوہ قاف کی اکثر چوٹیوں سے زیادہ بلند ہے۔ حسین پہلے ایک بڑا چکر کھا کے اس زبردست اور برف سے ڈھکے ہوئے قلعے کے مشرقی پہلو نکل گیا اور اس غار کو ڈھونڈنے لگا جس میں اس کو چلہ کشی کرنی تھی۔"(5)

قدیم زمانے سے انسان اس توہم پرستی کا شکار رہا ہے۔ قبروں پر چڑھاوے چڑھانا فنتاسی کیفیت کا سبب بنتا ہے۔ حسین شام ہوتے ہی حسین غار کے اندر چلہ کشی کے لیے گھس گیا اور عبادت میں مصروف ہو گیا۔ چالیس راتیں یہاں مکمل کر کے اپنی دوسری منزل شہر خلیل کی طرف چل پڑا۔ دشوار گزار راستوں کو طے کرتا ہوا شہر خلیل میں پہنچ کر انبیا علیہ السلام کی قبروں تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کئی راتیں ان کو جاگ کر گزارنی پڑیں۔ کیوں کہ ان کی قبور اطہر پر ہر وقت زائرین کا رش لگا رہتا تھا۔ دو تین ہفتے انتظار کرنے کے بعد ایک رات پچھلے پہر سب کو نیند میں پایا اور موقع غنیمت جان کر تہہ خانے میں چپکے سے داخل ہو گیا۔ ان قبروں تک پہنچنا آسان کام نہ تھا۔ رات کے اندھیرے میں دیواروں کو ٹٹولتے ہوئے قبور تک پہنچ گیا۔ صبح سویرے جب حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قبروں کو دیکھا۔ تو اس پر ایک عجیب قسم کی ہیبت اور رعب طاری ہو گیا۔ بہر حال عاشق صادق کی طرح ہر چیز کی پروا کیے بغیر عبادت میں مشغول ہو گیا۔ جب بھوک لگتی تھوڑا سا پنیر اور روٹی کھا کر گزارہ کر لیتا۔ جب یہاں چلہ مکمل ہو گیا تو رات کے اندھیرے میں غار سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے تو مجاوروں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ کیوں کہ وہ اس وقت جاگ رہے

تھے۔ اتفاق سے اسی دن فرقہ باطنیہ کے کسی فدائی نے خلیل شہر کے حاکم کو قتل کر دیا۔ اسی بھگدڑ میں حسین مجاوروں کے ہاتھوں بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب اس کی اگلی منزل شہر حلب تھا جہاں وہ آٹھویں دن شام کے وقت پہنچا اور محلہ رامنہ کی مسجد الثمامین میں رات بسر کی۔ زمرد کی ملاقات کے اشتیاق میں وہ ہر تکلیف برداشت کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھا۔ صبح سویرے اذان کے بعد وضو کر کے مسجد کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ نماز کے لیے ہر آنے والے شخص کو غور سے دیکھتا ۔ اچانک کسی شخص نے آ کر حسین کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور نہایت نرمی سے کہا حسین جانتا ہوں تم مجھ سے ملنے آئے ہو۔ اتنا سننا ہی تھا وہ اس کے قدموں میں گر گیا اور عرض کی میری رہبری فرمایئے تاکہ میں اپنا مقصود حاصل کر سکوں۔ شیخ علی وجودی نے اس کو تسلی دی۔ دونوں نماز کی جماعت میں شریک ہوئے۔ نماز پڑھنے کے بعد حسین جب شیخ وجودی کے ساتھ ہو لیا۔ راستے میں حسین شیخ وجودی سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرتا تو وجودی اسے کہتے تجسس مت کرو۔ ہر چیز کا راز اور جواب وقت کے ساتھ مل جائے گا۔ اس کے بعد شیخ علی وجودی حسین کو ان تمام حالات و واقعات سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ جو ان کو راستے میں پیش آئے تھے۔ حسین یہ سب سن کر حیران و پریشان ہو جاتا ہے کہ ان حالات کا اس کو کس طرح معلوم ہے۔ اس کی یہ باتیں سن کر حسین کے دل میں ان کی بزرگی کا یقین ہو جاتا ہے۔ اس طرح کے ماورائی اور مافوق الفطرت عناصر جادوئی حقیقت نگاری کا باعث بنتے ہیں۔ پروفیسر عتیق اللہ جادوئی حقیقت نگاری کا عمیق مطالعہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

> "اساطیری، مہموں، داستانوں، رومان پاروں فیبلز (چرند کی کہانیوں) اور لوک کتھاؤں سے بھری پڑی دنیاؤں کے جھوٹ کا اپنا ایک طلسم ہے۔ جو حقیقت کی کوکھ سے ہی جنم لیتا ہے اور متبادل حقائق کی ایک ایسی دنیا ہم پر آشکار ہوتی ہے۔ جس میں اس کا اپنا ایک خلق کردہ زماں موجود ہوتے ہوئے بھی زماں کے محض ایک تاثر کا احساس دلاتا ہے اور مکان پورے طور پر واضح ہونے کے باوجود مکان کے ایک ایسے گمان کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جس میں ہم فن کی دنیا میں ہی نہیں اپنی روز مرہ زندگی میں بھی دوچار ہوتے رہتے ہیں۔ تاہم جادوئی واقعات معلوم منطقے سے نکل کر ایسے نامعلوم منطقے کی راہ لیتے ہیں۔ جہاں چیزیں ہمیشہ نت نئی شکلوں میں وارد ہوتی رہتی ہیں۔"(6)

وجوی کا یہ دعویٰ کرنا کہ میں میں ہر مقام پر روحانی طور آپ کے ساتھ تھا اور آپ کی ہر حرکت کو جانتا ہوں۔ آپ کے دل میں اٹھنے والے خیالات سے بھی واقف ہوں۔ جب تو حضرت یعقوب علیہ السلام و حضرت یوسف علیہ السلام کی قبور کے پاس تھا۔ اس وقت کی تیری پریشان کن حالت کو بھی میں جانتا ہوں۔ اس کے علاوہ شہر خلیل کے مجاوروں نے جب آپ کو قید کر لیا۔ اس وقت کے منظر کو دیکھ کر میں نے اپنے دوستوں کے ذریعے تیری جان خلاصی کا انتظام کیا۔ یہ سب ہزاروں میل دور روحانی طاقت کی بدولت ممکن ہوتا ہے۔ اس طرح کے واقعات مافوق الفطرت عناصر ماورائی حقیقت کا باعث بنتے ہیں۔ لیکن ایسے حالات و واقعات کی سائنس فکشن سختی سے تردید کرتا ہے۔ کیونکہ سائنس صرف تجرباتی حقائق پر مبنی واقعات کو تسلیم کرتی ہے۔ البتہ جادوئی حقیقت نگاری کے زمرے میں ایسے واقعات کو فکشن میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

حسین ایک سال تک اس کے ہر حکم کو بجالاتا رہا۔ ایک دن شیخ نے اس کہا اگر تم اپنی محبت میں سچے ہو اور زمرد سے ملاقات کرنا چاہتے ہو تو تمہیں ایک کام کرنا پڑے گا۔ یہ سنتے ہی حسین بے تاب ہو جاتا ہے اور مرشد سے کہتا ہے کہ ارشاد فرمائیں حکم کی تعمیل میں تاخیر نہ ہو گی۔ شیخ نے سن کر اس سے پوچھا! امام نجم الدین نیشاپوری کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ ان کی تیرے دل میں کیا وقعت ہے؟ حسین نے جواب دیا وہ ساری دنیا میں آپ کے بعد بہت بڑا عالم اور خدا شناس ہے۔ شیخ نے کہا اچھا اب وہاں کی صحبت اختیار کر اور اور تنہا پا کر اس کو قتل کر کے واپسی کی راہ لے۔ یہ سنتے ہی حسین نے شیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جسم اور روح کا تعلق انسان کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے۔ لیکن سائنس فکشن اس طرح کے واقعات کی تردید کرتا ہے اور ماورائے العقول واقعات کو رد کرتا ہے۔ شیخ وجودی کو یہ کمال حاصل ہے کہ وہ عالم لاہوت میں جب چاہے دورہ کر کے واپس آسکتا ہے۔ کیونکہ ان کی روح تمام روحانی مدارج کو حاصل کر چکی ہے۔ قاری کے لیے حیرت کا باعث بنتی ہے۔ ناول نگار اس منظر کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> "شیخ! (جلال میں آکے) اے بحر وجود اور دریائے وحدت کے ذلیل و ناپاک قطرے! تیرا کیا حوصلہ ہے کہ اس وجود غیر موجود اور لاہوت غیر متنوع کے رموز سمجھ سکے۔ حسین میری کوئی ہستی نہیں مگر جب آپ کے شناور بحر وحدت کا ہاتھ پکڑ لوں گا۔ تو کیا عجب کہ اس طوفان خیز دریا سے پار ہو جاؤں گا۔ اور رو رو کے پھر شیخ کے قدم چومنے لگ گیا۔"(7)

نیشاپوری بزرگ اپنے زمانے کے امام اور علم و فضل میں شہرت کے حامل تھے۔ حسین نے جب ان کے قتل کے بارے میں سنا تو بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو شیخ اپنے حجرے میں جا چکا تھا۔ حسین دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام صاحب کو قتل کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ یہ بات سن کر علی وجودی خوش ہوا۔ حسین کو خنجر دے کر حکم دیا جلد ہی اس کو قتل کر کے آئیں۔ انھوں نے مزید کہا اگر تو اس امتحان میں کامیاب ہو گیا تو زمرد سے وصل پائے گا۔ اس کام کو انجام نہ دیا تو ملاقات سے محروم ہو جائے گا۔ تاہم حسین زمرد کے عشق میں اندھا ہو چکا تھا۔ اس لیے امام نجم الدین کو قتل کرنے کے ارادے سے روانہ ہو گیا۔ شب و روز مسلسل سفر کر کے جب امام صاحب کی مجلس میں حاضر ہوا۔ امام صاحب اچانک حسین کو اپنے سامنے پا کر بہت خوش ہوئے اور اپنے گلے سے لگایا۔ حسین نے کہا علائق دنیا کو چھوڑ کر باقی زندگی علم حاصل کرنے میں گزاروں گا۔ امام صاحب یہ بات سن کر حسین کو دعا دی۔ حسین ہر وقت مطالعے اور علمی حلقوں میں مصروف نظر آتا ہے۔ لیکن اندر سے بری نیت کی وجہ سے اس موقع کی تلاش میں رہتا کہ امام صاحب تنہا ہوں تو کام تمام کروں۔ کچھ عرصہ کے بعد امام صاحب بیمار پڑ گئے۔ جب وہ امام صاحب کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو ماورائی قوتیں ان کے راستے میں حائل ہو جاتیں اور پھر ارادہ ترک کر دیتا۔ لیکن ایک طرف ان کی حالت یہ تھی کہ وہ ہر وقت شیخ کو اپنے تصور میں پاتا۔ شرر ان کی فنتاسی کیفیت کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں۔

> "شیخ کی وہ ایسی ایسی کرامتیں دیکھ چکا ہے کہ ان پر بدگمانی نہیں کر سکتا، بلکہ بعض اوقات ڈر جاتا ہے کہ شیخ غائب کے اور دلوں کے حالات سے واقف ہیں۔ میرے شکوک کہیں ان کو معلوم ہو گئے تو غضب ہو جائے گا ادھر سے بھی جاؤں گا ادھر سے بھی۔(8)"

مندرجہ بالا حسین کی کیفیت جادوئی حقیقت نگاری کا سبب بنتی ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں اگر یہ کام میں نے سرانجام نہ دیا تو شیخ کو اس کی حقیقت کا معلوم ہو جائے گا۔ اچانک ایک رات ان کی بیماری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے رات کے اندھیرے میں امام صاحب کو قتل کر دیتا ہے۔ قتل کرنے کے راتوں رات وہاں سے فرار ہو کر حلب شہر پہنچتا ہے۔ شیخ علی وجودی ان کے اس فعل سے خوش ہو کر کہتا ہے کہ تو اپنے امتحان میں کامیاب ہو گیا ہے۔ وہ ایک صندوق سے خط نکال کر حسین کو دے کر کہا! تم اسی وقت شہر اصفہان کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ وہاں جا کر شمالی پھاٹک کے ساتھ ایک پرانی مسجد ہے۔ اس کے قریب تمھیں ایک فقیر ملے گا۔ وہ لوگوں سے بھیک مانگ رہا ہو گا۔ اس کی نشانی یہ ہو گی کہ اس نے جسم پر دنبے

کی کھال اوڑھ رکھی ہو گی۔ اس کو یہ خط جا کر دے دینا۔ حسین خط لیتے ہی روانہ ہو جاتا ہے۔ شہر اصفہان پہنچ کر شمالی پھاٹک کے قریب دنبے کی کھال پہنے ہوئے فقیر کو پاتا ہے۔ اس کے قریب جا کر شیخ وجودی کا خط اس کی نذر کرتا ہے۔ کاظم جنوبی اس خط کو پڑھ کر حسین کو گلے لگاتا ہے اور ان کی بھوک اور تھکاوٹ کو بھانپتے ہوئے اسے کچھ کھانے کو دے کر آرام کی تلقین بھی کرتا ہے۔ تاہم تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتا ہے۔ جب رات ہوتی ہے تو کاظم جنوبی ان کو ساتھ لے کر شیخ الجب کے پاس چلا جاتا ہے۔ حسین یہ سب منظر دیکھ کر مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے اور بے صبری سے چیختا ہے کیا فردوس بریں یہ ہے؟ غائب سے آواز آئی سروشبستان میں بسر کرنے کی یہ پہلی منزل ہے۔ جادوئی حقیقت نگاری پر مبنی اس منظر نامے کو شرر اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> "ہر بیداری میں فرشتے یا انسان، مگر کسی غیر معمولی قسم کے لوگ اسے سروشبستان سے اور زیادہ قریب ہونے کا یقین دلاتے اور وہ یقین کر لیتا۔ آخر ایک مرتبہ اس کی آنکھ کھلی تو وہ ایک اور نئے نوجوان کے پاس تھا۔ یہ شخص حریر سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ جس پر سنہری کام تھا اس کے سر پر ہی نہایت قیمتی اور بیش قیمت تاج تھا اور اس میں اعلیٰ درجے کے جواہرات لٹکے ہوئے تھے، غائب سے آواز آئی یہ سروشبستان کی پہلی منزل ہے۔"(9)

حسین کا حسن بن صباح کی مصنوعی جنت کے دروازے پر پہنچ کر آواز دینا اور غائب سے تسلی آمیز جواب آنا کہ سروشبستان والوں کے لیے ابتدائی منزل ہے" کہانی میں اس طرح کے غیر فطری اور ماورائی عناصر جادوئی حقیقت نگاری کی ترویج کا باعث بنتے ہیں۔ اسی اثناء میں ایک نہایت حسین و جمیل لڑکا شربت کا لبریز جام لے کر ان کو پلانے کے لیے پیش کرتا ہے۔ جس کو پی کر وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ آنکھ کھلنے پر ہر مرتبہ وہ نئے منظر کو دیکھتا ہے۔ حسین کو جب مکمل ہوش آتا ہے تو وہ اپنے سامنے عالم برزخ شخص کو پاتا ہے۔ جو اس کو جنت میں جانے کی خوش خبری دیتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک حسین و جمیل حور شراب طہور کا جام لے کر آتی ہے۔ شراب کو پیتے ہی وہ بے خود ہو جاتا ہے۔ چوتھا باب: فردوس بریں" حسین تھوڑی دیر مدہوش رہنے کے بعد جب ہوش میں آتا ہے۔ تو اس کے کان میں دل کش نغمے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ ہر طرف "سلام علیکم طبتم فادخلوہا خالدین" کی پر مسرت انداز میں خوش خبری کی آوازیں آتی ہیں۔ حسین جب چاروں طرف نظر دوڑاتا ہے تو اسے آس پاس تسنیم و سلسبیل کی نہریں جاری ہیں اور ان کے کناروں پر سونے اور چاندی

کے تخت بچھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ سب منظر دیکھ کر ان کے دل میں خوشی کی عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ حسین فردوس بریں کی سیر کرتے ہوئے وہاں کے محلوں کو دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے اور چلتے ہوئے ایک محل پر پہنچتا ہے۔ جہاں زمرد اس کے استقبال کے لیے کھڑی تھی اور اپنی محبوب دل ربا کو دیکھ کر خوشی سے بے اختیار رونے لگا۔ زمرد بھی کچھ اس کیفیت سے دوچار تھی اور وہ بھی حسین سے ملنے کے لیے بے چین و بے قرار تھی۔ زمرد حسین کو محل میں لے جا کر شراب طہور کے دو پیالے پلائے جن کو پی کر ان کو لطف آتا ہے۔ رات ہوتے ہی کافوری شمعیں روشن ہو گئیں۔ اس نور کو دیکھ کر وہ سجدے میں گر گیا۔ حسین جنت میں صبح، شام اور رات کے منظر کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا۔ یہاں کی لذتیں یقینا حقیقی جنت الفردوس کی طرح محسوس ہوتی تھیں۔ زمرد کی یہ ان کے ساتھ مختصر ملاقات تھی۔ انھوں نے ان کو نصیحت کی جن لوگوں کی مدد سے تم یہاں آئے ہو۔ دوبارہ ان لوگوں کی اطاعت و فرمانبرداری کر کے تم یہاں پہنچ سکتے ہو۔ زمرد اور حسین میں ابھی یہ باتیں ہو رہیں تھیں سات حوریں آئیں اور حسین سے کہا کہ آئیں آپ کو حوض کوثر کی سیر کراتی ہیں ۔ جنت کے منظر کو ناول نگار اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> "اتنی دیر میں اور سب حوریں بھی آ گئیں اور زمرد حسین کو ساتھ لیے قصر زمردی کے باہر نکلی اور سب کے سب لالہ زار کے درمیان میں طلائی تختوں پر جا کے بیٹھے۔ تخت کے دونوں جانب دو حوض تھے اور بغیر کہے صرف واقعات سے یقین دلایا جاتا تھا کہ ایک حوض کوثر ہے اور دوسرا شراب طہور کا حوض ہے۔ سامنے چند حوریں بیٹھ کے عجب دلربا گیت گانے لگیں۔(10)

زمرد کا اپنے محبوب کو ایک پیالہ شراب طہور کا پلانا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا نکلنا قاری کے لیے حیرت کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ حقیقی جنت الفردوس اس طرح کی آلائشوں سے پاک ہو گئی۔ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نے فرمانا ہے۔ اس سے پہلے کئی مراحل سے انسان کو گزرنا پڑے گا۔ وہاں پر انسان ہمیشہ کے لیے خوش ہو گا البتہ زمرد کا آنسو بہانا عجیب و غریب کیفیت کا باعث بنتا ہے۔ پانچواں باب "پھر وہی عالم عناصر" جب حسین کو ہوش آیا تو دیکھا نہ وہ جنت تھی نہ زمرد بلکہ اپنے آپ کو اس شخص کے پاس پایا جو برزخ کبریٰ کا امام تھا۔ یہاں پر شب گزاری کرنے کے بعد جاگا تو شیخ الجب کو وہاں پایا۔ طور معنیٰ سے حسین نے دوبارہ جنت میں جانے کی منت سماجت کی تو انھوں نے کہا اس معاملے میں وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ شیخ وجودی اس معاملے میں تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔ جب واپسی پر غار کے دہانے پر پہنچا تو کاظم جنوبی

کو وہاں پایا۔ کاظم جنوبی ان کو ساتھ لے کر حلب شہر کی راہ لی۔ زمرد کی یاد اس کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ حسین جب حلب سے اصفہان جارہا تھا تو لوگ اسے بڑی محبت سے ملتے اور سلام کرتے۔ جنت کی سیر کی مبارکباد دیتے جس کو سن کر وہ مزید پریشان ہو جاتا۔ ان کی اس فنتاسی کیفیت کو ناول نگار یوں بیان کرتے ہیں۔

> "حسین کو واپسی پر جو لوگ راستے میں ملتے وہ ان کو دیکھ کر خوش ہوتے اور مبارکباد دیتے اور کہتے خوش قسمت ہو جنت الفردوس کا نظارا کر کے آئے ہو۔ وہ ان کی باتوں کو سن کر مایوس ہو جاتا کہ ان لوگوں کو کیسے علم ہے کہ میں وہاں سے آرہا ہوں۔ لیکن دل میں طمانیت اور سکون تھا۔ اس عجیب کشمکش میں مبتلا عازم سفر تھا۔"(11)

حسین سے اجنبی لوگوں کا بغل گیر ہونا قاری کے لیے حیرت کا باعث بنتی ہے۔ کیونکہ جنت سیر کے حوالے سے ان لوگوں کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے؟ زمرد کا حسین کے خیالوں میں بار بار آکر صبر و تحمل کی تلقین کرنا بھی فنتاسی کیفیت کی تشکیل کا موجب بنتا ہے۔ شیخ نے کہا! لاہوت اکبر کی سیر مبارک ہو۔ اس نے حسین سے جنت کے احوال پوچھے۔ حسین جنت کی نعمتوں اور اس کی لذتوں کو بیان کر کے خوش اور پرجوش نظر آیا اور شیخ کو کہا جو حکم ہو بجا آوری کے لیے تیار ہوں ۔ مجھے جلد ہی دوبارہ جنت الفردوس میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ میں مزید اس دنیا میں نہیں رہنا چاہتا۔ جلد ہی موت کے بعد زمرد سے ملنا چاہتا ہوں۔ شیخ وجودی نے کہا ٹھیک ہے اگر تم دمشق میں جا کر امام نصر بن احمد کو قتل کرو کیونکہ وہ باطنین کے خلاف وعظ کرتا ہے۔ اگر تم اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تو جنت الفردوس کا راستہ تمہارے لیے آسان ہو جائے گا اور زمرد کی ملاقات سے ہمیشہ حظ بھی اٹھاؤ گے۔

فرقہ باطنیہ کے بارے میں شیخ وجودی سے سن کر حسین کو شک ہو جاتا ہے۔ لیکن شیخ چالاکی سے اس کے شک کو دور کر دیتے ہیں۔ حسین دمشق کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ وہ دشوار گزار راستوں کو طے کرتا ہوا دمشق میں پہنچ گیا۔ وہاں انھیں ایک ماہ تک امام صاحب کو قتل کرنے کے لیے انتظار کرنا پڑا۔ ایک رات پچھلے پہر امام صاحب پڑوس کی مسجد میں تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے۔ حسین نے امام صاحب کو اکیلا دیکھ کر اندھیرے میں خنجر کے وار کر کے بے دردی سے قتل کر دیا۔ پھر وقت ضائع کیے بغیر راتوں رات حلب کی راہ لی۔ حلب میں پہنچ کر جب وجودی سے ملاقات ہوئی تو شیخ وجودی ان کے اس کارنامے پر بہت خوش ہوا۔ حسین نے راستے میں لوگوں کے پیش آنے والے سلوک کا تذکرہ شیخ

وجودی کے سامنے کیا۔ جس کی وجہ سے وہ ان کے اس سلوک سے بے حد متاثر ہوا۔ شیخ نے آئینہ نکال کر دکھایا کہ لوگ تمہارے ماتھے کے اس نشان کو پہچان کر تجھے سلام کرتے تھے۔ کیوں کہ یہ نشان جنت الفردوس کی سیر کر کے آنے والوں کی پہچان ہے۔ شیخ وجودی کے پاس چند دن گزار کر وہاں سے ایک سفارشی خط لے کر امام قائم قیامت کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوا۔ شیخ وجودی نے انھیں روانہ ہوتے وقت نصیحت کی کہ ان کے ہر حکم کی بلا عذر تعمیل کرنی ہے۔ آج صفر کی بیس تاریخ ہے۔ ستائیس رمضان کی رات کو عید قائم مقام ہو گی۔ وہاں پر میں اور طور معنی آکر تمہاری سفارش کریں گے۔ حسین کے دل و دماغ میں زمرد اور جنت کی حوروں کی یاد ستاتی تھی۔ حسین نے شیخ وجودی کا خط دربان کو پیش کیا اوراس نے خط لے کر رکن الدین خور شاہ کے پاس بھیجا۔ انھوں نے خط پڑھ کر حسین کو اپنے پاس بلایا۔ خور شاہ نہایت خوب صورت نوجوان تھا اور فرقہ باطنیہ کا سر کردہ رکن تھا۔ کیونکہ فرقہ باطنیہ کے بانی حسن بن صباح کا جانشین تھا۔ اس کا رعب و دبدبہ پورے دربار میں تھا۔ حسین نے جب قائم الموت کی شکل دیکھی تو ان کے پاؤں میں گر پڑا۔ خور شاہ نے پوچھا آملی نوجوان تیری کیا بات ہے؟ تمام وادی ایمن کے لوگ تیری بہادری اور علم کی تعریف کرتے ہیں اور تو کیا چاہتا ہے؟ انھوں نے درخواست کی کہ وہ ایک مرتبہ جنت الفردوس میں دوبارہ جانا چاہتا ہے اور زمرد کو دیکھنے کا مشتاق ہوں۔ خور شاہ نے کہا اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے لیے آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔ پھر خور شاہ دربار میں بیٹھے ہوئے دیدار نامی شخص کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کب آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا صبح سویرے اپنی مہم کامیابی سے طے کر کے آیا ہوں اور جنت کا طلب گار ہوں۔ خور شاہ نے دیدار سے چغتائی کے قتل کی واردات کے بارے میں تفصیل سے حال دریافت کیا۔ دیدار نے کہا اس سلسلے میں مجھے بہت محنت کرنی پڑی۔ پہلے اس کے بیٹے منقو خان سے تعلق پیدا کیا پھر اس کے باپ چغتائی خان تک رسائی حاصل کی۔ ایک رات ان کو اکیلا خواب غفلت میں پا کر قتل کر دیا۔ رات کے اندھیرے میں ایک خط اس کی بیٹی کو بھی تھما دیا جو میرے پاس پہلے سے تحریر شدہ تھا اور خود جنگل میں بھاگ کر رات بسر کی۔ اس طرح دوسرے دن وہاں سے روانہ ہوا۔ خور شاہ نے یہ سن کر دیدار سے کہا تم نے بہت بڑا کام کیا اور حکم دیا کہ اسے جنت الفردوس میں بھیج دیا جائے۔ یہ بات سن کر حسین نے بھی دوبارہ خور شاہ سے التجا کی کہ اسے بھی جنت میں بھیجا جائے۔ لیکن خور شاہ نے کہا تم ابھی نہیں جا سکتے۔ اس نے کہا! میں نے امام نجم الدین نیشاہ پوری اور امام نصر کو بھی قتل کیا ہے۔ پھر بھی مجھے اجازت نہیں دیتے۔ یہ سنتے ہی خور شاہ نے کہا اس کو دربار سے نکال دو۔ درباریوں نے حکم کی تعمیل کی اور اسے قلعے سے باہر نکال دیا گیا۔ حسین نہایت مایوس ہو کر دوبارہ زمرد کی قبر پر آکر مجاور بن بیٹھا۔ یہاں چند

راتیں بسر کیں کہ ایک صبح جب بیدار ہوا تو دیکھا قبر پر دو خط رکھے ہوئے تھے۔۔زمرد کا جنت سے خط لکھ بھیجنا اور ان کا یکا یک اور اچانک قبر پر رکھے ہونا قاری کے لیے تحیر آمیز واقعات کو جنم دیتا۔پروفیسر عتیق اللہ جادوئی حقیقت نگاری کے تناظر میں بیان کرتے ہیں۔اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

"جادوئی حقیقت نگاری میں ایک دھند اور مسلسل نمو پذیری کی کیفیت ہوتی ہے۔اس نواح میں چیزیں یکا یک واقع ہوتی ہیں اور یکا یک او جھل ہو جاتی ہیں اور یکا یک دوسرے میں ضم ہو جاتی ہیں۔جادوئی حقیقت نگار نامعلوم کے طور پر معلوم دنیا کی یا معلوم کے طور پر نامعلوم دنیا کی نمائندگی کرتا ہے۔تاہم حقیقت و التباس ایک دوسرے میں ضم ہو جاتے ہیں۔انسانی ذہن میں یہ قوت ہوتی ہے کہ وہ کسی وجودی تجربے ہی کا تصور نہیں ہی نہیں کرتا بلکہ تخیلی متبادلات خلق کر سکتا ہے۔کیوں کہ ہر حقیقت ایک سے زیادہ متبادلات کی حامل ہوتی ہے۔جادوئی حقیقت نگار انسانی نارسائیوں پر تخیل کی۔اس خلاقی کو ترجیح دیتا ہے۔"(12)

حسین کا دربار سے نکلنا، زمرد کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھنا اور ان کا حسین کو خط لکھنا ماورائے عقل تصورات کو جنم دیتا ہے۔ قاری کو حیرت انگیز صورت حال میں مبتلا کر دیتا ہے۔جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک ماؤرائے عقل تصورات کا احاطہ کرتی ہے۔زمرد کی نصیحت کو مد نظر رکھتے ہوئے دوسرا خط جو بند تھا جلدی سے کاشغر پہنچ کر تنہائی میں بلغان خاتون کو دینا تھا۔ لیکن بلغان خاتون سے تنہائی میں ملاقات ممکن نہ تھی۔اس سلسلے میں ملازمت کا بہانہ کر کے ان کو تنہائی میں خط پہنچایا۔یہ خط پڑھ کر بلغان خاتون نے حسین سے چند سوالات پوچھے۔انھوں نے ان کے ٹھیک جوابات دیے۔ ساتواں باب: "بلغان خاتون کا سفر "بلغان خاتون خط پڑھ کر اپنے بھائی منقو خان کے پاس گئی اور اس کو سارا واقعہ بیان کیا۔انھوں بھائی سے کہا کہ یہ کام وہ خود اپنی سر براہی میں سر انجام دینا چاہتی ہے۔پہلے تو بھائی نے برا منایا مگر پھر اجازت دے دی۔منقو خان نے کہا آپ پانچ سو سوار لے کر روانہ ہو جائیں۔پھر کہا! دو دن انتظار کر لیں ہلا کو خان چالیس ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہونے والا ہے۔طوبیٰ خان بھی لشکر کے ساتھ روانہ ہو گا۔ تاتاریوں نے جب اس مہم کے بارے میں سنا تو اپنی تلواریں اور نیزے تیز کرنے لگے۔فوج کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے مہم کے لیے روانہ ہو گئے۔ حسین نے بلغان خاتون کو بتایا کہ زمرد کی قبر کے آس پاس پریوں کا غول رہتا ہے۔جو آنے والے مسافروں کو مار ڈالتے ہیں۔بلغان خاتون

حسین اور تین سپاہیوں کو ساتھ لے کر جنت الفردوس کی طرف روانہ ہوئیں یہ ستائیس رمضان کا دن تھا۔ خور شاہ کے قلعے میں جشن کا سماں تھا اور فردوس بریں خالی تھی۔ سب لوگ جشن میں مصروف تھے۔ لیکن زمرد اکیلے بلغان شہزادی کا انتظار کر رہی تھی۔ بلغان خاتون عقبی دروازے سے فردوس بریں میں داخل ہوئیں۔ حسین نے زمرد سے اس کی ملاقات کروائی۔ زمرد نے بلغان شہزادی کو قلعے پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کے بارے میں آگاہ کیا۔ بلغان شہزادی نے زمرد کو تسلی دی کہ آج شام سے پہلے اس قلعے پر حملہ ہو جائے گا۔ کیوں کہ میرا بھائی ہلا کو خان چالیس ہزار لشکر کے ساتھ ابھی پہنچنے والا ہے۔ زمرد نے بلغان شہزادی کو مصنوعی جنت الفردوس کے محلات اور نہروں کی سیر بھی کرائی۔ شہزادی کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار نمایاں تھے زمرد نے انھیں آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ آٹھواں باب: "افشائے راز "زمرد جب شہزادی کو قصر دری چھوڑ کر آئی تو حسین اس سے پوچھتا ہے کہ یہ وہی جنت ہے۔ میں جہاں کچھ عرصہ پہلے آپ سے ملاقات کر چکا ہوں۔ زمرد پورے اعتماد سے کہتی ہے کہ یہ وہ جنت ہے جس میں کچھ عرصہ پہلے آپ میرے پاس رہے ہیں۔ زمرد اس سارے زار سے پردہ اٹھاتی ہے اور حسین کو پوری کہانی سناتی ہے کہ کس طرح یہ فرقہ باطنیہ والے دوسروں کو اپنے ناپاک ارادوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ فردوس بریں کے محلات، سونے اور چاندی کے تخت سب گارے اور مٹی بنے ہوئے ہیں۔ لیکن ان پر سونے اور چاندی کا نقش چڑھا ہوا ہے۔ زمرد کی باتیں سن کر حسین کے تمام شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے۔ نواں باب: "انتقام "حسین اور زمرد اپنے قصر سے نکل کر باہر دیکھا !تو فردوس بریں میں حور و غلمان بد حواس ہو کر ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں۔ ہر طرف چیخ و پکار کی آوازیں آرہی ہیں۔ ناول نگار اس منظر کو یوں بیان کرتے ہیں۔

> "یہ وحشت اور بد حواس کرنے والا سماں دیکھتے ہی زمرد اور حسین دوڑے ہوئے اس کمرے کی طرف پہنچے جہاں شہزادی بلغان خاتون آرام کر رہی تھی۔ زمرد شہزادی کی آرام گاہ کے قریب پہنچ کے دستک دینے ہی کو تھی کہ ایک وحشی غارت گر تاتاری اس کی صورت دیکھ کر جھپٹ پڑا۔ قریب تھا کہ اور حوروں کی طرح وہ بھی گرفتار ہو جائے مگر حسین سے یہ دیکھ کر رہا نہ گیا۔"(13)

ایک لشکر جرار تاتاریوں کا جنت میں داخل ہو چکا ہے۔ زمرد جلدی سے جا کر بلغان شہزادی کو جگایا اور لشکر کے آمد کی خبر دی۔ شہزادی نے محل سے باہر آکر دیکھا ہلاکو خان تاتاریوں کے بڑے غول میں موجود تھا۔ انھوں نے اپنے بھائی ہلاکو خان کو بلا کر ساری صورت حال آگاہ کیا کہ کس طرح قلعہ الموت پر حملہ کرنا چاہیے۔ کیوں کہ وہاں پر اس وقت جشن کا سماں ہے اور لوگ رنگ رلیوں میں مصروف عمل ہیں۔ ہلاکو خان نے بہن کو بتایا کہ اس کا لشکر چالیس ہزار پر مشتمل ہے اور اس کے علاوہ چالیس ہزار خدام بھی اس میں موجود ہیں۔ تاتاری فوج نے قلعے کو چاروں طرف گھیر رکھا تھا۔ بس جنگ کا طبل بجنے کی دیر تھی۔ رکن الدین خور شاہ کے محل سرائے کا ایک دروازہ جو درختوں کے جھنڈ میں چھپا ہوا تھا۔ تاتاریوں کے کچھ دستے خاموشی سے اس دروازے میں گھس کر محل میں داخل ہو گئے۔ اس وقت رکن الدین خور شاہ خطبہ پڑھ رہا تھا۔ جنگ کا طبل بجتے ہی تاتاری فوج نے ہلہ بول دیا۔ محل میں نازک اندام پریاں ننگے پاوں بدحواس ہو کر چاروں طرف بھاگنے لگیں۔ خور شاہ اپنی جان بچانے کے لیے تہ خانے میں چھپ گیا۔ فوج نے قلعے کے اندر داخل ہوتے ہی قتل عام شروع کر دیا۔ طوبیٰ خان کا لشکر قلعے کے باہر نکلنے اور بھاگنے والوں کا پیچھا کر کے سب کو قتل کر دیتا۔ اس کے بعد وہ بھی قلعے کے اندر داخل ہوا۔ حسین نے کاظم جنوبی، طور معنیٰ اور شیخ وجودی کو اسی خنجر سے قتل کیا۔ جس سے اس نے امام نجم الدین نیشاپوری اور امام نصر کو شہید کیا تھا۔ رکن الدین خور شاہ کو تہ خانے سے گرفتار کر کے ہلاکو خان کے سامنے لایا گیا۔ انھوں نے جان بخشی کی التجا کی تو ہلاکو خان نے قبول کر لی اور اس کو ملک بدر ترکستان کی طرف کر دیا گیا۔ تاتاری فوج نے محل سرا میں آگ لگا دی اور عمارتوں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ یہی حشر انھوں نے فردوس بریں کا بھی کیا۔ آخر میں بلغان شہزادی نے حسین اور زمرد سے کہا اگر وہ چاہیں میرے ساتھ قراقرم چلیں وہاں ہر قسم کا آرام و سکوں ملے گا۔ مگر دونوں نے پہلے بیعت اللہ کا حج کرنے کی خواہش ظاہر کی تو بلغان شہزادی نے ان کا نکاح اپنی موجودگی میں کروایا۔ ہلاکو خان نے نکاح کی تقریب کا اہتمام جشن کی صورت میں کیا۔ تقریب کے اختتام پر حسین اور زمرد رشتہ ازواج میں منسلک ہو کر حج کے ارادے سے حجاز مقدس کی طرف عازم سفر ہوئے۔ بلغان کی شہزادی اپنے لشکر کے ہمراہ قراقرم کی راہ لی۔ ہلاکو خان لشکر جرار لے کر آذر بائیجان کی طرف روانہ ہوا۔ حسین اور زمرد مکہ معظمہ پہنچ کر اپنی غلطیوں اور گناہوں کا اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی۔ ارض حجاز کی زیارتوں سے فارغ ہو کر شہر آمل پہنچے۔ وہاں کچھ دن قیام کیا۔ اس کے بعد قراقرم کی طرف روانہ ہو کر ساری زندگی شہزادی بلغان کی صحبت میں رہ کر گزار دی۔ ناول کے کرداروں میں گہرا

ربط پایا جاتا ہے۔ تمام کردار آپس میں اس طرح جڑے ہوئے ہیں۔ ناول کے تمام کردار قاری کے لیے تجسس اور حیرت انگیز دلچسپی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک میں معاون ثابت ہوتے ہیں.

حوالہ جات

1. وقار عظیم،سید،فردوس بریں،علم و عرفان پبلشرز،لاہور،2003ء،ص14
2. وقار عظیم،سید،فردوس بریں،علم و عرفان پبلشرز،لاہور،2003ء،ص15
3. عبدالسلام،اردو ناول بیسویں صدی میں،اردو اکیڈمی کراچی،1973،ص93
4. عبدالشکور،اردو ناول میں فینٹسی عناصر،بین الاقوامی یونیورسٹی،اسلام آباد،2018ء،ص12
5. عبد الحلیم شرر،مولانا،فردوس بریں،مرتبہ،سید وقار عظیم،علم و عرفان پبلشرز، لاہور، 2003ء، ص44
6. عتیق اللہ،پروفیسر،اردونامہ،ایان پرنٹنگ پریس، ممبئی،2013ء ص128
7. عبد الحلیم شرر،مولانا،فردوس بریں،مرتبہ،سید وقار عظیم،علم و عرفان پبلشرز، لاہور، 2003ء، ص47
8. عبد الحلیم شرر،مولانا،فردوس بریں،مرتب،سید وقار عظیم،علم و عرفان پبلشرز، لاہور، 2003ء، ص59
9. عبدالحلیم شرر،مولانا،فردوس بریں،مرتب،سید وقار عظیم،علم و عرفان پبلشرز،لاہور،2003ء،ص9
10. عبدالحلیم شرر،مولانا،فردوس بریں،مرتب،سید وقار عظیم،علم و عرفان پبلشرز،لاہور،2003ء،ص:10
11. عبدالحلیم شرر،مولانا،فردوس بریں،مرتب،سید وقار عظیم،علم و عرفان پبلشرز،لاہور،2003ء،ص11
12. عتیق اللہ،پروفیسر،اردونامہ،ایان پرنٹنگ پریس، ممبئی،2013ء ص12
13. عبدالحلیم شرر،مولانا،فردوس بریں،مرتب،سید وقار عظیم،علم و عرفان پبلشرز،لاہور،203ء،ص131